© rasailojaraid.com

برصغیر میں ایٹم بم کی آمد اور جنوبی ایشیا

کی تاریخ میں ایک نیا موڑ

دیدہ خوں بار ہے مدت سے، ولے آج ندیم!
دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آئے

بے شبہ دور جدید میں مغربی ملکوں کے دانش مندوں نے انسان کے سیاسی، اقتصادی اور سماجی حقوق کے تحفظ اور وقار کے لیے بڑا کام کیا ہے اور اس مقصد کے لیے سوسائٹی اور ریاست کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر کے، مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ کے دائرۂ کار کو متعین کر دیا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ان تاریخی کامیابیوں کے باوجود۔ جو اس نے ادب، فلسفہ، سیاست اور ٹیکنالوجی میں حاصل کی ہیں، مغرب اپنی سیاسی انا پر قابو پانے میں ناکام ہو گیا ہے۔ یہی سیاسی انا ہے، جو مشرقی قوموں اور ان کے وسائل پر قبضہ کر کے تسکین پاتی ہے۔ یہی سیاسی انا ہے، جس نے یہ جانتے ہوئے کہ جاپان ۱۹۴۵ء میں ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار تھا اور اس نے سویت یونین کو اس بات کی پیش کش بھی کی تھی، لیکن اس کے باوجود امریکہ نے اگست ۱۹۴۵ء کو جاپان کے ایک شہر ہیروشیما، پھر ایک دوسرے شہر پر ایٹم بم گرا کر اسے قبرستان بنا دیا اور جو زندہ بچ گئے تھے، ان کی "زندگی" جو بار بار مرنے سے عبارت تھی، مردوں پر رشک کرتی تھی۔

مسٹر پی۔ ایم۔ ایس بلیکٹ (Blackett) اپنی کتاب: ایٹمی توانائی کے سیاسی اور فوجی نتائج، لندن ۱۹۴۹ء میں لکھتے ہیں:

خواہ ایٹم بم نہ بھی پھینکا جاتا، تب بھی جاپان ۱۹۴۵ء کے موسم گرما یا خزاں میں ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار تھا۔ (ص ۲۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسٹر بلیکٹ کو۔ جو چرچل کے شاید مشیر بھی تھے۔ خفیہ سرکاری کاغذات تک رسائی حاصل تھی۔

ایٹم بم کی اس ہولناک تباہی پر گاندھی جی نے کہا تھا کہ یہ عمل (ایٹم بم کا گرایا جانا) یقیناً ایک ظلم ہے، لیکن اس ظلم کے خلاف خود ایٹم بم کا سہارا لینا بھی ظلم ہوگا۔ گاندھی جی نے فلسفہ عدم تشدد پر عمل کرتے ہوئے اپنے ملک کو برطانوی سامراج سے آزاد کرایا اور آج انہیں جائز طور پر نہ صرف بھارت میں ایک اخلاقی رہنما کی حیثیت حاصل ہے، بلکہ بیرون ملک میں بھی انہیں ایک روحانی سیاسی رہنما مانا جاتا ہے۔

آئین سٹائن کو پوری دنیا میں گاندھی جی ہی ایک اخلاقی سیاسی رہنما نظر آئے تھے۔ لیکن انتہائی دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج مہاتما گاندھی ہی کے دیس نے اپنی اور مشرق کی بلند اخلاقی روایات کو توڑتے ہوئے ۱۹۷۴ء اور اب مئی ۱۹۹۸ء میں ایٹمی تجربے کیے اور جنوبی ایشیا کو اس خوف ناک ہتھیار سے روشناس کرایا۔ بھارت سے پہلے یہی حادثہ برطانیہ میں بھی پیش آیا۔ جاپان پر ایٹم بم پھینکنے کے نتیجے میں جو خوف ناک تباہی دیکھنے میں آئی، اس پر مسٹر چرچل نے کہا کہ کیا اخلاقی طور پر جائز ہوگا کہ ہم ایسے خوف ناک مہلک ہتھیار بنائیں۔ لیکن اخلاقی اصول کو توڑتے ہوئے یہ "سعادت" لیبر حکومت کے حصے میں آئی جس نے پہلا ایٹمی بم بنانے کا فیصلہ کیا۔

طرفہ تماشا یہ ہے کہ اس بحث میں یہ نکتہ بھی اٹھایا گیا کہ اگر ہم (برطانیہ) اپنے تحفظ کے لیے ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف امریکہ کی پیش کش کو قبول کرلیں۔ ایسی صورت میں اگر ہم خود ایٹمی ہتھیار بنالیں، تو اس میں اخلاقی طور پر کوئی زیادہ قباحت نہیں ہوگی، (ٹائمز، لندن، ۳ جنوری ۱۹۸۵ء، کیبنٹ پیپرز ۱۹۵۴ء)

چنانچہ مشرق پر اپنے اثر و نفوذ اور اقتصادی تسلط کو برقرار رکھنے کے لیے مغربی طاقتوں اور روس نے اپنے ہاں ایٹمی ہتھیاروں کے انبار لگا دیے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب دنیا کو درس دیا جا رہا ہے کہ ایٹمی پھیلاؤ کو روکنے کے لیے بھارت، پاکستان اور دوسرے ملک ایک معاہدے پر دستخط کریں۔

عہد جدید کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انسانی تہذیب و تمدن اور انسانی حقوق سے متعلق مغرب کے بلند بانگ دعوے ایک سیاسی حربے کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ "آج بیسویں صدی میں دنیا کی متمدن اقوام کا سیاسی اخلاق ہمارے سامنے ہے۔ ان کے جو افراد چھوٹی سی چھوٹی بات میں بھی یہ گوارا نہیں کرسکتے کہ وعدہ خلاف ثابت ہوں، قومی اور سیاسی معاملات میں ہر طرح کی بدعہدیاں اور خلاف ورزیاں جائز سمجھتے ہیں اور تاریخ کے اوراق کو آج تک اس کی مہلت نہیں ملی ہے، کہ سیاسی معاہدوں کی شکست کی افسانہ سرائی سے فارغ ہو جائے۔"

(ابوالکلام آزاد: ترجمان القرآن، ج ۲، سورۃ النحل)

انسانی بستیوں کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کے لیے مغرب کے اس ہولناک مہلک ہتھیار اور مغرب کے منافقانہ اخلاقی طرز عمل کو دیکھتے ہوئے ریناں گینوں (Rene Guenon) نے اس اندیشے کا اظہار کیا تھا کہ "جدید اثر و نفوذ کے نتیجہ میں کیا مشرق عارضی اور سطحی طور پر بحران کی زد میں آئے گا یا کیا مغرب کے لیے یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ اپنے زوال میں پوری بنی نوع انسان کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبے گا۔"

(جدید دنیا کا بحران لندن، ترجمہ مارکو پیلس)

ہمیں انتہائی افسوس سے یہ لکھنا پڑتا ہے کہ برصغیر کے ملکوں کو ایک طویل جدوجہد کے بعد برطانیہ کی غلامی سے نجات پانے کے بعد بھی رہائی نہیں ملی۔ خیال تھا کہ پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش اپنے طرز فکر اور طرز عمل میں شعوری طور پر اپنی اخلاقی اور روحانی روایات سے روشنی حاصل کریں گے، باہمی تعاون اور پرامن بقائے باہمی کی راہ پر چلتے ہوئے اپنے کروڑوں عوام کی مادی فلاح و بہبود کے لیے کام کریں گے، تاکہ دو سو سال کی غلامی سے نجات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پانے والے انسان ایک باوقار اور خوش حال زندگی بسر کر سکیں، لیکن افسوس! مغرب کے اثر و نفوذ سے یہ ملک محفوظ نہ رہ سکے اور ان کی قومی دولت برابر خوف ناک جنگی اسلحہ کی نذر ہوتی رہی۔ ہمیں انتہائی کرب و قلق کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان و بھارت نے اس دوڑ کی بھاری قیمت ادا کی، لیکن وہ اس سچائی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، کہ دونوں پڑوسیوں کے غریب عوام کا بھلا اسی میں ہے کہ دہلی اور اسلام آباد اپنے اختلافات کو ایٹم بم سے نہیں بلکہ باہمی اعتماد، مذاکرات اور اخلاص سے حل کرسکتے ہیں۔ ایسا کرنا دونوں ملکوں کی روحانی اور اخلاقی تعلیمات کا بنیادی تقاضا ہے۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ دونوں ملکوں کی باہمی کشیدگی کی ذمہ داری بڑی حد تک بھارت پر عائد ہوتی ہے اور آفت یہ ہے کہ بھارت کو اس بات کا احساس نہیں ہے کہ اس نے اشوک، اکبر، آربندو گوش اور مہاتما گاندھی کی روایات سے تغافل برت کر دنیا میں اپنی اخلاقی ساکھ کو کس حد تک کھوکھلا کر دیا ہے۔ ان دونوں پڑوسیوں میں اختلاف کی بڑی وجہ مسئلہ کشمیر ہے۔ بے شبہ اس مسئلہ پر پاکستان سے کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں، لیکن یہاں بنیادی سوال یہ ہے کہ بھارت نے دنیا کے سامنے (اقوام متحدہ) یہ عہد کیا تھا کہ وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے اہل کشمیر کی رائے کا احترام کرے گا۔ کیا یہ وعدہ مغربی زبان میں ایک سیاسی وعدہ تھا؟ لیکن اگر یہ ایک سیاسی وعدہ نہیں تھا، تو پھر گاندھی جی کے جانشینوں کو سنجیدگی اور اخلاص سے مسئلہ کشمیر سے متعلق اپنے طرز عمل پر نظرثانی کرنی چاہیے۔ اگر پرامن مذاکرات کی بجائے دونوں پڑوسیوں نے جنگ کی راہ اختیار کی، تو یہ دن جنوب ایشیا کی تاریخ میں انتہائی منحوس دن ہوگا اور دونوں ملکوں کے مقدر میں، تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

قرآن مجید نے بدبخت قوموں کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔ "اور کتنی ہی آبادیاں ہیں، جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا۔ حالانکہ اسباب حیات و معیشت سے وہ مالا مال تھیں، یہ بربادی کے خرابے اور تباہی کے کھنڈر انہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کے گھر ہیں، جو پھر آباد نہ ہو سکے اور آخر کار ان کے مال و متاع کے ہم ہی وارث ہوئے۔" (القصص : ۹۸) ان آیات کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں : تماشا گاہ ہستی کا ایک بہت بڑا منظر وہ تغیرات ہیں، جن کے طوفان قوموں اور ملکوں کے اندر اٹھتے ہیں اور بڑی بڑی آبادیوں کو تہ و بالا کر دیتے ہیں، حتیٰ کہ آبادیوں کی جگہ ویرانیوں سے مبدل ہو جاتی ہے۔ زندگی کی رونق پر موت کا سناٹا چھا جاتا ہے اور انسانی عیش و نشاط کے بڑے بڑے محل... خرابہ سلب و نہب ہو کر نابود و مفقود ہو جاتے ہیں۔"

ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ برصغیر میں دو بڑی قوموں (مسلمان اور ہندو) کی باہمی چپقلش نے برطانوی سامراج کی راہ ہموار کی، اور اب یہی چپقلش دونوں ملکوں کی قومی دولت کو مغربی قوموں کے قدموں پر نثار کر رہی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم مغربی سیاست کے سحر سے باہر آکر حقائق کی دنیا میں آئیں اور ایک نئے عزم، ولولہ اور حوصلے سے اپنے باہمی مسائل کو حل کر کے ایک نئی صبح کے مسکرانے کا اہتمام کریں، جو اس صبح آزادی سے مختلف ہو جسے دیکھ کر فیض کو خون دل میں انگلیاں ڈبو کر لکھنا پڑا تھا :

یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں

رشید احمد (جالندھری)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المعارف، سہ ماہی مجلّہ

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ ادارہ ثقافت اسلامیہ ایک ثقافتی اور علمی ادارہ ہے، جو متانت اور سنجیدگی سے اسلامی تمدن و تہذیب کے مختلف پہلوؤں پر اردو اور انگریزی میں مستند تحریریں شائع کرتا ہے۔ جن کا فرقہ واریت، انتہا پسندی اور گروہ بندی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ "المعارف" ادارہ ثقافت اسلامیہ کے افکار کا ترجمان ہے، جو پاکستان اور بیرون پاکستان، وسعت نظر اور سنجیدہ مضامین کی وجہ سے مقبول ہے۔

© rasailojaraid.com